نو کے لئے زہر ہلاہل بن چکے ہیں، اس زہر کا تریاق ڈھونڈنے میں تاخیر نہ کریں۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، ذرائع ابلاغ کی پر فریب قوت سے یہاں شیطانی تہذیب کو نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اسلامی معاشرے میں عورت کا نہایت اہم مقام ہے۔ وہ ایک ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہے مگر ذرائع ابلاغ میں اسے ایک محبوبہ اور ماڈل گرل بنا دیا گیا ہے۔ عورت کی اس بڑی توہین و تذلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس کا تقدس اور احترام اس سے چھین کر اسے محض ایک اشتہاری چیز بنا دی جائے۔

قوموں کی ترقی، معاشرے کی تعمیر اور نسل نو کی تعلیم و تربیت میں عورت بنیادی کردار کی حامل ہے اور یہ اسی صورت میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکتی ہے جب اسے ماں، بہن، بیٹی اور وفا شعار بیوی کے روپ میں پیش کیا جائے۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کا کردار اسلام میں متعین کر دیا گیا ہے اور اس میں حسن و جمال اور جسمانی نشیب و فراز کی نمائش کی کوئی گنجائش نہیں۔ دنیا کے ہر دانشور نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں سب سے زیادہ ہاتھ عورت کا ہے اور ماں کی گود ہر انسان کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ نپولین نے کہا تھا "مجھے بہترین مائیں دو، میں تمہیں بہترین قوم دوں گا" مگر ہمارے ذرائع ابلاغ کہتے ہیں "ہمیں خوبصورت عورت دو، ہم تمہیں تفریح کے لئے بہترین بے حیائی دیں گے"۔

ہمارے چند نام نہاد دانشوروں نے عریانی و فحاشی کو ترقی کا نام دے رکھا ہے اور بد قسمتی سے یہی نام نہاد لوگ ذرائع ابلاغ پر قابض چلے آ رہے ہیں جو کسی صورت بھی خواتین کو حجاب میں اور معاشرے میں اسلامی اقدار کے احیاء کو نہیں دیکھ سکتے۔

جناب چیف ایگزیکٹو! آپ ان نام نہاد روشن خیال ترقی پسند دانشوروں کے جھانسے میں نہ آئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو سامنے رکھیں۔

(i) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ (النور: ۲۱)

(ii) شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا اور بے حیائی کی راہ سمجھاتا ہے۔ (البقرہ: ۲۶۸)

اسلامی معاشرہ میں عریانی و فحاشی پھیلانے والوں کو انتباہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی"۔ (النور: ۱۹)

گزشتہ دونوں حکومتیں جس ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئیں ہیں، یقیناً ان کی اس ذلت و رسوائی میں دیگر عوامل اور ان کی سیاہ کاریوں کا بھی دخل ہو گا مگر ہمارے خیال میں ان کے زوال کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کے اسلامی معاشرے میں ٹیلی وژن کے ذریعے عریانی و فحاشی پھیلانے کی پالیسی پر عمل کرنا تھا۔ ہم نے ہر دو حکمرانوں تک بار بار بذریعہ اخباری اشتہار اور خطوط اللہ تعالیٰ کا مذکورہ بالا حکم پہنچایا مگر دونوں نے اس پر توجہ نہ

بقیہ 27 پر

جانشینِ امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

مضمارِ صحافت و انشاء کا نصب العین

اکابر و احباب نے سنا تو انگشت بدنداں رہ گئے، بات بھی تو حیرت کی تھی کہ مجھ جیسا ایک قصیر الوسعت اتنی گرانباری کا متحمل ہو جائے اور چند ایک رفقاء بزم مستقبل کے دوش بدوش ادب اسلامی کا کارواں سعی و تفکر کی ناہموار گھاٹیاں عبور کرتے ہوئے وجدان منزل کے خلدزار کی جانب روانہ ہو پڑے اور جن حوادث و وقائع کے جلو میں ہم نے قطع منازل کا سلسلہ جاری رکھا ہے اگر ان کی تفصیل بیان کی جائے تو اس کے لئے یقیناً ایک ضخیم دفتر درکار ہوگا، لیکن صعائب سفر کی مشکل پسندی سے گھبرا کر قدم قدم پر نوحہ و ماتم کی صدائے بلند کرنا آئینِ وفاء کیشی سے کھلا مکرنا ہے، البتہ ذوق رہ نوردی کو مہمیز تنبیہ ایقاظ سے جلاء دینے کی غرض سے شدت احوال کا احساس زندہ رکھنا بھی لازم ہے، اس لئے حسب وعدہ ہم چند باتیں گوش گزار کرینگے۔

فی الاصل یہ تحریک (۱) آج سے تین برس (۲) قبل جالندھر میں شروع کی گئی تھی، جس کا اساسی مقصد نظام اسلامی کو بطور ایک ٹھوس نظریہ کے مضمار صحافت و انشاء کا نصب العین قرار دینا تھا، نیز جماعت کے سلسلۂ نشر و اشاعت کی توسیع مد نظر تھی، اور یہ امر بداہۃً وقت کی ایک اشد ترین ضرورت تھی لیکن افسوس کہ ہم اسے بروئے کار لانے میں کامیاب نہ ہو سکے، ابھی ابتدائی ڈھانچہ ہی تشکیل ہوا تھا کہ فرنگ آفریدہ فسادات کا طوفان پورے طغیان کے ساتھ اُمنڈ آیا (۳) اور اس کی ہلاکت آفرین امواج اپنے تھپیڑوں میں قومی متاع عزو وقار اور ملی سرمایہ مجد و شرف کے ہمراہ اور سب کچھ بھی بہا لے گئیں معین و معہود تقسیم کے بعد تمام احباب ملک کے مختلف گوشوں میں بکھر گئے، داخلی الجھنیں، اور خارجی پیچیدگیاں انہیں کچھ اس طرح دامن گیر ہوئیں کہ وہ کسی مخصوص نہج کی طرف حسب سابق توجہ والتفات مرکوز رکھنے کے بجائے اس کے تصور سے بھی کچھ مدت کے لئے کنارہ کش ہو گئے اور یہ صورت حال واقعاتی ہیجان؟ کا قدرتی نتیجہ تھا، لیکن جب مقصد کی جاذبیت، نصب العین کی محبوبیت، وحدت افکار و ہم آہنگی عزائم سے پیوست رہے تو پھر شدائد و موانع کی یلغار زائد وقت تک سنگ راہ نہیں بنی رہ سکتی، چنانچہ فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر جب کسی موقع پر احباب کے رجحانات کا جائزہ لیا گیا تو وہ بہر قیمت اس تحریک کو زندہ کرنے اور تازہ رکھنے کے متمنی نظر آئے اور مشاورت کے بعد ماہنامہ "سلسبیل" کے لئے ایلی کیشن داخل دفتر کر دی گئی، نام کے انتخاب میں انتہائی عجلت سے کام لیتے ہوئے تین برس قبل ہم نے "سلسبیل" کی تجویز پر اتفاق کیا تھا، اور اسی کے لئے جالندھر میں سعی بھی شروع کر دی گئی تھی، لیکن سیاسیات ملک کی انقلابی کروٹ نے اس کوشش میں رکاوٹ

(۱) نادیۃ الادب اسلامی (۲) ۱۹۴۶ء۔ (۳) تقسیم برصغیر ۱۹۴۷ء۔

ڈال دی، اب حالات میں کافی تغیر رونما ہو چکا تھا ہر علمی و فکری ادارہ نے بعزم نو اپنی اپنی تبلیغ کے لیے میدان ہموار کرنا شروع کیا اور اقتضاء حال کے مطابق وسائل کی فراہمی میں مشغول ہو گیا، لیکن ہمارے پاس اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے ابھی تک کوئی عملی شکل موجود نہ تھی اور سعی تحریک سلسلہ تدبیر و تجویز تک ہی محدود رہی، تا آنکہ پچھلے سال (۱۹۴۸ء) اسی نام کا رسالہ بڈالی ضلع سرگودھا سے شیوع پذیر ہوا، اور اس کے بعد مصری شاہ لاہور سے بھی اسی نام کا ایک اور رسالہ جاری ہوا اور اس طرح ہمارا وہ انتخاب جو عوارض طویلہ کی وجہ سے محض درجہ خیال تک منحصر تھا عملی شکل میں نمودار ہو گیا ان دونوں پرچوں کی اشاعت کے بعد دوست سوچتے رہے کہ اب کوئی صورت اختیار کی جائے، نام کی تبدیلی، یا اسی پر اکتفاء لیکن من جملہ وجوہ بعض خصوصیات معنویہ اور متفق انتخاب کی بنا پر سابق تجویز پر اکتفا ہی کو مناسب سمجھا گیا۔ بالآخر آٹھ ماہ کے بعد ستم زدہ گردش نسیان و تکاہل معروض شرف یاب حضور حکام ہوا اور سلسبیل کے خشک دھاروں میں از سر نو موجیں لہر لینے لگیں، مگر اس کی بے مزہ حیات آفرینیوں سے متمتع ہونے پر بھی ارکان ادارہ کو زر ضمانت کا عوض خسیس ادا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سلسبیل کے ساتھ ہی عمومی تبلیغ کے لیے ایک روزنامہ مرام کے لئے بھی درخواست دی گئی جس کا طابع و ناشر راقم الحروف تھا، اسکی اجازت پہلے حاصل ہو گئی مگر اسے بھی ایک ہزار روپیہ نقد ضمانت کی ادائیگی پر موقوف رکھا گیا، قانونی کارروائی کے طور پر اس سلسلہ میں جو خدمات جلیلہ ہماری دانا و پر فراست سی۔ آئی۔ ڈی نے سرانجام دی ہیں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم ان کی رپورٹ کے چند فقرات یہاں درج کرتے ہیں اس میں لکھا گیا کہ:

''اجازت چاہنے والا مشہور احرار لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری کا لڑکا ہے جو تقسیم کے بعد سے ملتان میں مقیم ہے اور اسکی سیاسی پوزیشن حکومت کے حق میں بالکل واضح ہے کہ وہ ایک شدید قسم کا مخالف تھا اور ہے نیز یہ مدرسہ عربی خیر المدراس کا طالب علم ہے، اور اسے اخبار نویسی کا کوئی تجربہ نہیں اور چونکہ یہ عطاء اللہ شاہ کا لڑکا ہے اس لیے اس کی مالی حالت کمزور ہے۔ اس لئے یہ پرچہ ملنے پر اسکی خود کفالت نہیں کرسکتا، بدیں وجوہ ہم اس کی موافقت میں رپورٹ نہیں کرتے کہ اس کو اخبار دیا جائے''۔

ان سطور کو بار بار پڑھنے اور پھر استدلال کے طنطنہ و دغدغہ کا ہیبت ناک نظارہ دیکھنے اور عوام کی محافظ پولیس کا جذبہ محافظت علم و ادب ملاحظہ فرمائیے۔

یہ تو تھی دفتری کارروائی لیکن حکام کے علاوہ جن خصوصی کرمفرماؤں نے اس راستے میں کانٹے بچھانے کے لئے مختلف دروازوں کی دھول چاٹی ان کا نام ظاہر کئے بغیر ہم ان کے ممنون ہیں کہ ان کی فیض گستری کی بدولت متاع خیر اصحاب اقتدار کے تشکر و امتنان زحمت کشی سے ہمیں گلو خلاصی نصیب ہوئی، نیز انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ ان تمام سازشوں میں ان کے مفسدہ پرداز ہاتھ جس طرح پس پردہ کام کرتے رہے اور تا حال مصروف سازش ہیں ہمیں اس کا بخوبی علم ہے ہم ان کی ایک ایک حرکت پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں، اور جن جن گوشوں سے انہوں نے اپنی دناءت و رذالت کا بیتابانہ اظہار کیا ہے وہ بھی ہماری نگاہ سے اوجھل نہیں

ہیں۔

صورت حال یوں رہی کہ ماہنامہ اور روزنامہ کی ایک سو اور ایک ہزار کی ضمانت کی تنسیخ و تخفیف کے لیے درخواست دینے کا خیال کیا گیا تو شوریٰ احباب نے ماہنامہ کی ضمانت داخل کر دینے پر اتفاق کر لیا۔ اور روزنامہ کے لئے سعی شروع کر دی گئی لیکن اس سلسلہ میں جن اصحاب کی وساطت سے کام لیا گیا انہوں نے بھی دو تین ماہ کے بعد ٹکا سا جواب دیکر اہل تصرف کے حسب مراد اپنے پوشیدہ عزائم بسہولت ظاہر کر دیئے نتیجتاً یہ عرضداشت بھی رد ہو گئی اور ایسے وقت میں کہ ادا شدہ ضمانت کی مدت اپنی طوالت سمیٹ چکی تھی، ادھر سلسبیل کی اشاعت کے لئے اہتمام شروع کیا گیا جس کی تمام تر ذمہ داری قریباً قریباً راقم الحروف کے سر پر تھی بجز قانونی انتظام کے کہ اس کا تعلق بایزید احمد خان صاحب جاوید سے تھا، سوء اتفاق یا حسن اتفاق کہیئے کہ شمارہ اولین کے عین اشاعت کے وقت بعض ایسے امور میں اختلاف رونما ہو گیا جو جماعت سے متعلقہ تھے، مگر ان کی عمومیت کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا اور بایں حد کہ راقم الحروف جیسے متصلب العقائد انسان کے لئے بھی جس نے رفاقت کو اخوت حقیقیت کا جامہ پہنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی اس کے اثرات سے محفوظ رہنا مشکل ہو گیا کہ اگر رفاقت کے مقتضیات پر نظر ڈالتا تو اس مجتمع شیرازہ کی پراگندگی کے خوف سے دل لرز اٹھتا تھا کہ جس عمارت کی تاسیس و تعمیر اور استحکام میں اپنی شعوری زندگی کا عزیز ترین حصہ میں نے صرف کر دیا ہو آج اسکے تخریب میں کس طرح کوئی دلچسپی لوں، اور جب اپنے حاصل دنیا و دین عقائد و افکار کی شکستگی و اضمحلال کو پیش نظر پاتا تو یہ ماحول میرے لئے قبر کی تاریکی سے بھی زائد وحشت انگیز اور خوفناک دکھائی دیتا کہ جن معتقدات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے عزیز ترین اور قدیم رفقاء کی روح فرسا مفارقت اور ادب کے ملحد ولادین.... صرف نمائندوں کا طوفان مخالفت اور اپنے ضعیف الافکار شرکاء ادارت کا مسلسل عدم تعاون بھی کچھ برداشت کیا ہو ان سے وقتی کنارہ کشی کا منافقانہ طرز عمل کیسے اختیار کروں مزید براں یہ کہ سلسبیل محض ذہنی عیاشی کا کوئی فکری حربہ نہیں تھا بلکہ اپنے محبوب نصب العین کی خاطر میں نے اسے رگ جاں سمجھ رکھا تھا اور اس کے لیے شبانہ روز مساعی کی نت نئی دنیا پیدا کرتا رہا اور اس کے لئے ہر سنگ گراں کی شدید سے شدید مزاحمت کو برداشت کیا، لیکن اگر برداشت نہ ہو سکا تو صرف وہ وقت جب میرے شریک کار نے میرے بڑھتے ہوئے تعمیری ارادے، بڑھتے ہوئے مذہبی حوصلے کے لیے سد راہ بننے کی کوشش کی اور اپنے غیر جائز مداخلانہ طرز عمل سے میرے اختیارات کا دائرہ تنگ کرنا شروع کیا اور ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ یا تو میں سلسبیل کی ادارت سے الگ ہو جاؤں یا اپنے معتقدات و افکار کا نہج بدلنے پر مجبور ہو جاؤں۔ میرے دوست میرے اس وقت کے تذبذب و تحیر کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جب ایک طرف تو میرا حاصل دنیا و دین محبوب بنیادی نصب العین تھا، اور دوسری طرف اپنی رگ جاں کی جاں گسل مفارقت، لیکن میں نے جی کڑا کر کے اپنے عزیز زبان اور محبوب نصب العین پر اپنے سلسبیل کو قربان کر دیا، یہ قربانی، تاریخی قربانی ہے، تاریخ جو منازل ارتقاء کو آئینہ دکھاتی ہے اور عزائم صالحہ کے لئے حوادث کا مہمیز مہیا کرتی ہے۔ اس حادثہ

کے بعد جیسا کہ گذشتہ روداد کی بول چال میں بھی مختصراً عرض کیا جا چکا ہے میں نے "نادیۃ الادب الاسلامی" اور "ادارہ مستقبل" کو نئی بنیادوں پر تعمیر کیا اور اس کے استحکام و تثبت کے لئے نت نئے چراغ اور نت نئے منازل پیدا کرنے روش کرنے اور طے کرنے میں مشغول و منہمک ہو گیا اور وہی مواد جو کہ سلسبیل کی روانی اور حیات آفرینی کے لیے میں نے فراہم کیا تھا......! "روداد مستقبل" کی داستان میں نئے ابواب کا اضافہ کرنے کے لئے وقف کر دیا، اور کئی ماہ کی جہد مسلسل کے بعد شہر رمضان المبارک کی روداد کی اشاعت سے "نادیۃ الادب الاسلامی" و "ادارہ مستقبل" کے شعبۂ تصنیف و تالیف کا آغاز ہو گیا، اس وقت بعنون اللہ تعالیٰ و توفیقہ) شوال و ذوالعقدہ کی روداد بھی منظر عام پر آ چکی ہے۔ اور بحمد اللہ کہ روداد محض افسانہ ہی نہیں بن گئی بلکہ اسے ایک تاریخی دستاویز کا رتبہ حاصل ہوا ہے جس کا یہ چوتھا شمارہ آپ کے زیر نظر ہے، اس کی سفر حیات کی یہ داستان انتقامی حظ اٹھانے کی غرض سے ہر گز ہر گز معرض تحریر میں نہیں لائی گئی، بلکہ اقتضاء سفر نے بطور یادداشت یہ چند سطور لکھوا دی ہیں جنہیں ملحوظ رکھنے پر بہت سی غلط فہمیاں اور بہت سے اشتباہات اب ذہنی انتشار کا باعث نہیں بن سکیں گے رہے یہ حوادث سوان کی تلخ کامیوں کا شدید احساس رکھتے ہوئے بھی ہم ان کی مزاحمت کو نظر انداز کر دینا ہی غیرت شوق کا صحیح اقتضا سمجھتے ہیں اور پھر ہم نے تو جب اس وادی میں قدم رکھنے کا ارادہ بھی کیا تھا، ان تمام عوارض کی سنگینی اور حوادث کی زہر آشامی کا یقین کر کے چلے تھے۔

تمید و فاسنجاں خاریست نہ پائے
امید ہوس کوشاں گل برسر دستارے

اور منزل مقصود تک رسائی کے لئے عزم یہ باندھا تھا کہ مطمح نظر کے حصول میں اگر ہمالہ والوں کی چوٹیاں بھی حائل ہونا چاہیں تو ہم ان کی مہیب چٹانوں کو ریت بنا کے بہہ نکلنے پر تو مجبور کر دیں گے، لیکن اٹھتے ہوئے اقدام کی رفتار میں خم نہیں آنے دینگے، فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہم ان متوقعہ خطرات سے دوچار ہوئے مگر شدت تصادم نے ان کا منہ موڑ دیا، اور ہم کامیابی سے سر جھٹک کر آگے نکل گئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اصول حقہ، کی خاطر لڑنے والے ہمیشہ حوادث و وقائع سے دوچار ہو جاتے ہیں اور موانع کی طوفانی یلغار کا سینہ چیر کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

وہ عافیت کوش جو ہر سختی کے مقابلہ میں چمڑی بچانے کے لئے غیرت عشق و وفاء کے دامن کو داغدار کرتے رہتے ہوں انہیں کیا معلوم کہ عزم و ثبات کی اساس کیا ہوتی ہے اور آداب رہ نوردی کیا، وہ کیا جانیں رموز حدی خوانی کیا ہوتی ہیں، اور وارفتگی شوق و جستجوئے پیہم کا منشا و محرک کیا، انہیں کیا خبر کہ طلبگاران حق و ہدایت کے مراسم توکل کیا ہوتے ہیں اور سالکین جذب و جنوں کے طرق مشکل پسندی کیا، وہ رہ صدق و وفاء کی دشوار گزاریوں کا صید زبوں سمجھ کر یقین دادغان کی کلیمی ضربوں سے چٹانوں کو ریت بنا کے بہہ نکلنے پر تو مجبور کر دیتے ہیں، لیکن پائے طلب و گام شوق کی جولانیوں کے لیے ہمالہ و الوند کی بلندیوں کو حائل و مانع بنتے

دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے، وہ گرانی محمل کا مداویٔ حدی خوانی کے پرچاوے سے ہی معلق نہیں رکھتے، انہیں نوحہ سے نغمہ زائی کا ڈھنگ بھی آتا ہے، انہیں عزت نفس اور وقار خود ہی بیچ کر زاد راہ فراہم کرنے کی خسامت گوارا نہیں، وہ ققنس کی طرح اپنی ہی خاکستر سے ہزاروں بال و پر پیدا کر لینے کے عادی ہیں ان میں حیلہ ہائے تعیش و عافیت کوشی پر مصلح و حکم کا ملمع کر کے ضمیر کشی جیسی رذالت کا تحمل مفقود ہے، وہ انگاروں پر بساط راحت چننے کے مشاق ہیں اور کانٹوں سے پھولوں کا سائبان تعمیر کرنے میں ماہر، انہیں ثبات و استقلال سے تہی دامنی کی خفت مٹانے کے لئے اپنی شکست و درماندگی کے جھوٹے عذر تقدیر کی کارفرمائیوں کے سر تھوپنے کی عادت نہیں، وہ موت کو دعوت مبارزت دیکر اس کا تعاقب کرنا اپنا محبوب شغل سمجھتے ہیں، وہ بیخودیٔ شوق جستجو کا صید بسمل ہو کر بھی سوزش آبلہ پائی اور خلش خار کی شکویٰ سرائی کو اپنا شعار بنانا غیرت عشق کے دامن پر ایک کریہہ دھبہ تصور کرتے ہیں ہر مصیبت کا منہ مسکراتے ہونٹوں سے چوم لینا، اور بہتے آنسوؤں میں مسکرانا ان کا قدیم شیوہ ہے۔

داغیکہ بدل ہست بخاور نفروشم
اشکیکہ بچشم است بگو ہر نفروشم
دردیکہ بجانست بعیسیٰ ندہم من
دادیکہ بدل ہست مداور نفروشم
آں کفر کہ از عشق بجانے بخریدم
ہرگز بمسلمانی بوذر نفروشم

روداد میری نئی رگ جان ہے اور میں ملک بھر کے خدا شناس، مسلم ادب نواز اور ادب ساز حلقوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے اسلامی فنکاروں کے جدید تر تجربات، اور محاسن اشاعت کی اقدار نو کا وہ یادگار مثالی پیکر بنا دونگا، جس کے نقوش ایک مدت تک محکومانہ ماحول کے دباؤ نے میرے ذہن کے نہاں خانوں میں بھینچ رکھے تھے...... اب میں زیادہ جرأت، زیادہ بیباکی، زیادہ پامردی، زیادہ خوبصورتی اور زیادہ حوصلہ کے ساتھ اپنی دبی گھٹی صلاحیت کو آپ کے سامنے پیش کر سکوں گا اب میں آپ کے اور زیادہ قریب آگیا ہوں اور اس قرب کا احساس آپ کو روداد کی نئی اٹھان سے ہو گا۔

جوئے شیر و کوہ برکندن کہن افسانہ ایست
جوئے خوں آوردن جاں کندن ایجاد من است

بایں ہمہ اس عمل خیر کے سر انجام دینے میں محض میری ذاتی جہد و سعی ہی کو دخل نہیں ہے:.........
بلکہ یہ جو کچھ اور جیسا کچھ بھی ہے محض فیاض اکبر کی توفیق ہدایت اور نوازشات کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے

جس کے لئے میں جتنا بھی اظہار تشکر و امتنان کروں کم ہے،

فله الحمد اولاو آخراً منه التوفیق و علیه التکلان، وهوالمستعان، منا السعی ومن الله الاتمام وهو الرزاق ذوالقوة المتین۔

اس وقت تک "روداد" کے تین اعداد شائع ہو چکے ہیں، لیکن سوء اتفاق کہ ابھی تک کسی طور بھی اس تحریک کے روح رواں آقائے غوری مرحوم کا تذکرہ معرض تحریر میں نہیں آسکا۔ آج جبکہ یہ تحریک اپنے عبوری دور کی مشکلات پر قابو یافتہ ہو کر ایک خوشگوار مستقبل کی طرف رواں دواں ہے۔

میرا قلب غم کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہے میرے احساسات زخمی ہیں، میرے اقدام ہزار استقامت کے باوجود چند لمحات کے لئے لرز گئے ہیں میرے عزائم اور حوصلے ہزار جفاکشی و تحمل کے ہوتے ہوئے بھی چند گھڑیوں کے لئے اضمحلال و کبیدگی کا شکار ہو گئے ہیں، واقعہ اپنی عمومیت کے لحاظ سے نیا نہیں۔ نوعیت کے لحاظ سے ایک دل گداز و جگر پاش حادثہ فاجعہ ہے، رفاقت و مودت کی وہ آہنی دیوار جسے عداوت و مخالفت کا کوئی طوفان بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ موت کے آہن شگاف ہاتھوں سے اس میں بھی دراڑ آ گئی۔ اور میری زندگی کے محبوب ترین نوجوان رفیق آقائے منور غوری مرحوم و مغفور ہفتہ بھر کی مختصر علالت کے بعد دائمی طور پر آنکھیں موند کر آغوش لحد میں جا سوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور آج ان کی وفات پر سوا نو ماہ بیت چکے ہیں۔ مرحوم اس تحریک کے ایک ممتاز اور فعال رکن تھے۔ ان کی سعی پیہم سے جالندھر میں ایک قابل قدر نوجوان جماعت قائم ہو گئی تھی جنہوں نے جماعتی نظام کو پنجاب بھر میں قابل رشک مقام تک پہنچا دیا تھا، مرحوم چونکہ ایک بالغ نظر ادیب و انشاء پرداز تھے اس لیے جماعتی فکر کی نشر و اشاعت کے اہتمام کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے، اگر حالات میں مساعدت کا جھکاؤ نمودار ہوتا تو انکی مرتب کردہ تجویز کے ماتحت اس وقت تک ہم پنجاب کے مختلف شہروں سے اردو، انگریزی کے کئی ایک اخبار جاری کرنے میں کامیاب ہو جاتے، سلسبیل اسی لائحہ العمل کی ایک کڑی تھا، جس کے ماتحت ہم جماعتی نظام کو چلانا چاہتے تھے۔ چنانچہ مرحوم نے بعد التقسیم بھی اپنے اوقات عزیزہ کو کافی حد تک اسی جدوجہد میں صرف کئے رکھا وفات سے قریباً دو ہفتہ پہلے وہ احرار دفاع کانفرنس میں شمول کے لیے لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں ان کی صحت بہت گر چکی تھی، شگفتہ چہرے پر خزاں کی زردی محیط ہو چکی تھی اور وقتی تفکر دائمی اضطراب بن کر آنکھوں سے اداسی کی جھلکیاں انڈیل رہا تھا، گھریلو حالات کی پیچیدگیاں، اور زندگی کے بعض سوانح و حوادث کا اثر اب طبیعت پر نمایاں ہو گیا تھا، جس نے ایک مستقل روگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔

ملاقات ہوئی تو بغلگیر ہو کر ملے۔ میں نے پوچھا۔ آپ آ گئے! کہنے لگے...... "آ گیا ہوں نہ جانے کیوں...... میں نے پھر سوال کیا...... کیا حال ہے؟ تو یہ جواب پہلے سے بھی زائد حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا...... بولے زندہ ہوں نہ جانے کس لئے"...... یہ کہا اور ایک لمبی آہ کھینچ کر بیٹھ گئے ان کی طبیعت گھر سے چلتے وقت ہی ناساز تھی بخار اور کھانسی میں مبتلا تھے، معمولی علاج ہوتا رہا لیکن اختتام اجلاس کے دوسرے روز ہی

مرض نے شدید نمونیہ کی شکل اختیار کرلی، حضرت شاہ صاحب مدظلہ اور قاضی احسان احمد صاحب سلمہ نے خطرہ ظاہر کیا تو انہیں آرام کی خاطر دفتر مرکزی سے ایک دوست کے ہاں ماڈل ٹاؤن میں منتقل کردیا گیا اور ہسپتال میں داخل ہونے سے انہوں نے خود انکار کر دیا تھا۔ کئی روز بعد دوستوں کے مشورہ سے برادر مخلص محمد شریف قریشی سلمہ کے ساتھ خانیوال لے جانے کا انتظام کیا گیا۔ اس عرصہ میں قدرے افاقہ بھی محسوس ہوا لیکن وہاں پہنچتے ہی طبیعت پھر نڈھال ہو گئی غذا قطعاً بند ہو چکی تھی، اور کلام بھی اشارات سے مطلب سمجھاتے تھے۔ ہم لوگ بھی ملتان واپس آ چکے تھے۔ یکایک ایک دن برادرم قریشی کا رقعہ پہنچا جس میں فکر ظاہر کیا گیا تھا، راقم الحروم نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو دوسرے روز ہی تار بھی پہنچ گیا کہ وہ قریب الموت ہیں خود بھی جلد خنیوال پہنچو اور ان کے اعزہ و اقارب میں سے جو بھی قریب ہو اسے اطلاع دے دی جائے گھبراہٹ میں تار بھی صحیح نہ پڑھا جاسکا اور ہم واقعہ موت کی خبر سمجھ کر ماتم بھی کر بیٹھے۔ شام کی گاڑی سے بایزید احمد صاحب اور مرزا جانباز کے خالہ زاد بھائی جو کسی کام سے اتفاقاً ملتان آئے ہوئے تھے روانہ ہو گئے، ان کے بعد گیارہ بجے شب کی گاڑی سے رفیق عزیز خالد فرید انور سلمہ اور راقم الحروف بھی روانہ ہوئے، اسٹیشن پر برادرم بشیر احمد صاحب خلف حاجی ولی بہادر مرحوم جالندھری جن کے ہاں مرحوم ماڈل ٹاؤن میں فروکش رہے تھے وہ بھی مل گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حادثہ نہیں ہوا، البتہ حالت تشویش ناک ہے۔ تینوں ساتھی تسلی پاکر صبح ملتان واپس آ گئے۔ اور میں وہیں رہا...... وہ اکثر بے ہوش رہتے تھے! دن میں دو تین دفعہ آنکھیں کھولیں اور میرے پوچھنے پر اشارات سے ہی پہچان لینے کی خبر دی۔ میں نے بہت تسلی دی، اور حوصلہ بندھایا، کیونکہ نقاہت حد سے زائد ہو چکی تھی اور مرض اپنی شدت کو پہنچ چکا تھا لیکن انہوں نے مایوسی کے عالم میں تین بار شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور میری تسلی کے جواب میں نفیاً سر ہلایا اور ہاتھ کے اشارہ سے آگے چل دینے کی خبر دی اور پھر بے ہوش ہو گئے، میرا ماتھا پہلے ہی ٹھنکا ہوا تھا یہ حالت مزید تشویش کا باعث بنی ۴ بجے عصر کے قریب کل والی کیفیت نمودار ہونے لگی تو میں نے بھائی قریشی کو جگایا وہ رات بھر بیدار رہے تھے، دوڑے ہوئے گئے اور ڈاکٹر کو بلا لائے، ٹیکہ کیا گیا، تو پھر کچھ طبیعت سنبھلی، ہر تین گھنٹے کے بعد انہیں مسلسل ٹیکے لگنے جا رہے تھے اور اسی عارضی سہارے سے وہ جنبش کرتے رہتے تھے، اسی حالت میں رات کٹی، صبح ہوش میں آئے تو میں نے گھر جا کر خیریت کی اجازت چاہی کہ پھر واپس آ جاؤنگا، لیکن اسی طرح تین بار سر ہلا کر اشارتاً نفی کر دی، میں نے غلطی کی کہ ان کے غیر معلوم الوجہ اصرار کے باوجود (جو کہ بعد میں معلوم الوجہ بن گیا) واپس چلا آیا، رات گذاری، دوسرے روز ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سراجاں حسین آگاہی سے نکلا تو خان جاوید نے حادثہ کی اطلاع دے دی مجھے چکر آ گیا، حواس شل ہو گئے، گھر میں آ کر ادھ موا سا ہو کر گر پڑا، ۷ بجے سب ساتھی لاری کے ذریعہ خانیوال روانہ ہوئے، بدقسمتی سے ڈرائیور ایسا ملا کہ جس نے ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ساڑھے تین گھنٹے میں ختم کیا، ہم قریشی صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے تو تمام لوگ قبرستان جا چکے تھے، ان کے چھوٹے بھائی کے ہمراہ رات کے وقت ریگستان میں ڈیڑھ میل

دور جانا پڑا، گرتے پڑتے وہاں پہنچے تو جنگل میں محشر برپا دیکھا قریشی پاگلوں کی طرح رو رہے تھے، انہوں نے بے حد خدمت کی تھی، اور حتی المقدور تمام وسائل استعمال کرنے کے باوجود اپنے ایک عزیز ترین رفیق سے جدائی ہاتھ آئی ہمیں دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی، وہ کیفیت برداشت سے باہر تھی سب لوگ اشکباری میں مصروف تھے، اور ایک غریب الوطن نوجوان ساتھی کی حسرت ناک موت سے حیران وششدر، اس وقت منور مرحوم نئے گھر میں پہنچ چکے تھے، ہماری محرومی یہ جنازہ تک نہ پڑھ سکے ہمیں ان کی روح سے معاف کر دینے کی توقع ہے، لیکن بطور خود سخت ندامت ہوتی ہے کہ زندگی بھر کے رفیق کو ہم آخری بار کندھا بھی نہ دے سکے، وہ زندگی میں بھی حزن ویاس کا پیکر تھے، اور ان کی موت بھی انتہائی غربت و اجنبیت میں واقع ہوئی، شاید انہیں بہت پہلے سے اپنی موت کا احساس ہو گیا تھا راقم الحروف سے اکثر کہا کرتے تھے...... "شاہ صاحب مجھے امید نہیں کہ میں اپنی زندگی میں جماعت کے متعلق سوچی ہوئی تدابیر پر عمل پیرا ہو کر کوئی خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہوتا دیکھ سکوں........ نہ جانے کیوں مجھے مایوسی نے آگھیرا ہے........ حالانکہ ہم نے تو مصائب کے آغوش میں آنکھ کھولی، اور اس مختصر سی عمر میں ہی زندگی کے تلخ ترین حقائق سے آشنا ہو گئے...... شاہ صاحب مجھے یہی فکر گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے، کہ کیا میں اپنے سرفروش، بہادر، نوجوان اور مخلص رفقاء کو کبھی کامیابی سے ہمکنار ہوتا دیکھ سکوں گا...... مجھے قطعاً کوئی امید نہیں پڑتی آپ کے پاس پہنچ کر طبیعت کچھ دیر کے لئے تو سکون حاصل کر لیتی ہے لیکن منتشر اضطراب قلب و دماغ پر پھر غلبہ پالیتا ہے، شاہ صاحب! آپ پانی کے بہاؤ کے خلاف تیر جانے کے عادی ہیں، لیکن میں ابھی وقت کے رواں لمحات کی امواج پر زندگی کی ناؤ رکھے رہا ہوں، اور اس یقین کو پہنچ چکا ہوں کہ یہی غم اب میری موت کا باعث ہو گا......"

چنانچہ آج ان کا موہوم خدشہ ایک ٹھوس اور دلگداز حقیقت بن چکا ہے، خدا ان کی قبر کو اپنے انوار رحمت سے بھر دے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائے۔۔ آمین۔

گو آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں، لیکن ان کی اخلاص و ایثار آمیز رفاقت کی زریں یاد قلب حزیں کے تاریک گوشوں کو ہمیشہ ہمیشہ جگمگاتی رہے گی ابقاء ذکر حبیب کے طور پر ان کی زندگی کی ایک حسین خواہش جسے وہ اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے نہ دیکھ سکے۔ ان کے متعارفین اور احباب کی خدمت میں، میں ایک متبادل عملی صورت میں پیش کر کے ان کی روح کی خوشنودی حاصل کر رہا ہوں جس سے آپ نادیہ الادب اور ادارہ مستقبل کے نام پر متعارف ہو چکے ہیں۔ ہم آقائے مرحوم کے غم نصیب والدین، پژمردہ خاطر بھائیوں، اور دیگر اعزہ و اقارب کے لیے ان کی زندگی کا کوئی عوض پیش نہیں کر سکتے، بجز اس کے کہ ان کے لیے کمل و استقامت اور صبر جمیل کی دعا کریں اور مرحوم کی مغفرت و ترقی درجات کے لئے بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہوں۔

اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله واكرم نزله، واجعل الجنة مثواه بجاهک و بجاه نبیک الکریم علیه التحیته والتسلیم، وعلى آله و صحابته الوالمجد والتعظیم: آمین.